Vol.5 No.1 2022

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

ملک حسن اختر کی تنقیدات پر فکرِ اقبال کے اثرات

THE IMPACTS OF IQBAL'S PHILOSOPHICAL THOUGHTS ON THE CRITICISM OF MALIK HASANAKHTAR

ڈاکٹر محمد امجد عابد

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور

فوزیہ شہزادی

پی ایچ۔ڈی اُردو (سکالر)، شعبہ اردو، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد

قربان علی

لیکچرر، شعبہ اردو، گورنمنٹ اسلامیہ کالج سول لائنز، لاہور

Abstract:

Malik HasanAkhtar has earned fame as historian, critic, researcher, Iqbal expert and playwright. Effects of Iqbal doctrine can be observed on his work a lime light. He is Iqbal sighted in solving the problems and issues of present era and in the light of vision of Allama Muhammad Iqbal. He used Iqbal studies as source of knowledge in his artistic work. He is deep sighted regarding education system and its outcomes at present. In this article the researcher has explored the vision of Iqbal in the art of Malik HasanAkhtar. It has been perceived that Iqbal doctrine can be used as torch bearer for guidance as a universal source of inspiration.

Key Words: Criticism, Research, Philosophy, Education, Civilization

کلیدی الفاظ: تنقید، محقق، فلسفہ، تاریخ دان، تعلیم، تہذیب

ملک حسن اختر نے مختلف حیثیتوں سے ادب میں شہرت حاصل کی۔ وہ بیک وقت ایک محقق، نقاد، اقبال شناس، تاریخ دان اور ڈرامہ نگار ہیں۔ انھوں نے فکر انگیز مضامین کے ذریعے بہت سے ایسے گوشوں کو نمایاں کیا ہے جو اس سے قبل پردے میں تھے۔ ان کی تنقیدی و تحقیقی کتب میں "تنقیدی نظریے"، "تنقیدی اور تحقیقی جائزے"، "تہذیب و تحقیق"، "اطراف اقبال"، "اقبال اور نئی نسل"، "اقبال اور مسلم مفکرین"، "اردو ڈرامے کی مختصر تاریخ" اور "اردو شاعری میں ایہام گوئی کی تحریک" بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ علامہ محمد اقبالؒ ان کی پسندیدہ شخصیت کی حیثیت سے ان کے بیشتر مجموعہ مضامین میں موجود ہیں۔ اقبالیاتی فکر کے تناظر میں ان کے افکار کی وسعت اور گہرائی قابل توجہ ہے۔ آپ فکرِ اقبال کی روشنی میں عصری مسائل کو دیکھتے ہیں اور اُن کے حل پر زور دیتے ہیں۔

ملک حسن اختر ماہر تعلیم کی حیثیت سے اپنا ایک جداگانہ تشخص رکھتے ہیں۔ انھوں نے درس و تدریس کے حوالے سے قوم کی تعمیر و نشو و نما میں اپنی پوری زندگی صرف کی۔ ہمارے نظام تعلیم، اس کی ضروریات، تقاضوں اور اس تعلیم کے حاصلات پر ان کی گہری نظر تھی۔ ان کا تعلیمی شعور بڑا روشن اور واضح تھا۔ آپ علم و ادب اور سائنس کی تدریس کے نتیجے میں ایک زندہ و پائندہ قوم کے خواب دیکھنے والے مفکر ہیں اور ان کی تمنا تھی کہ ہمارے نصاب میں جو کچھ پڑھایا جا رہا ہے وہ اتنا حسن و خوبی سے لبریز ہو کہ جس سے ہم قومی تعمیر کی ذمہ داری بحسن و خوبی پوری کر سکیں۔ آپ نظام تعلیم اور نصاب تعلیم سے قومی اور ملی امنگوں کے پورا نہ ہونے پر شاکی تھے۔

کسی ملک کا نظامِ تعلیم ہی ہوتا ہے جس کے ذریعے ملک کے نظام کو نافذ کرنے والے ہنر مند افراد پیدا جا سکتے ہیں مگر برصغیر میں انگریزوں نے مسلمانوں کو ایک ایسا نظام تعلیم دیا جو مسلمانوں کے لیے دین و ہنر کی موت اور عشق و محبت کا قاتل ٹھہرا۔ بقول ملک حسن اختر :

> "انگریز کا دیا ہوا نظام تعلیم مسلمانوں کے حق میں زہر قاتل کا درجہ رکھتا تھا۔ ایک تو وہ بے مقصد تعلیم دے رہا تھا اور دوسرے مسلمانوں کے فلسفہ زندگی کی نفی کرتا تھا۔ نہ معلوم اس نے کتنے سفینے ڈبو دیے تھے اور کتنوں کو زندہ لاشیں بنا کر

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

رکھ دیا تھا..... ہر قوم کا تصور تعلیم اس کی نظریاتی زندگی کے بطن سے جنم لیتا ہے۔ مسلمانوں کا تمدن اور ان کی تہذیب اقوام عالم میں اپنی جداگانہ حیثیت رکھتی ہے۔"(۱)

درج بالا اقتباس ملک حسن اختر کے عصری شعور پر دلالت کرتا ہے۔ وہ انگریزوں کے برصغیر میں دیے گئے نظامِ تعلیم کو مسلمانوں کے لیے زہرِ قاتل گردانتے ہیں۔ اُن کے مطابق ہر قوم کا تصور تعلیم اُس قوم کی نظریاتی زندگی سے عبارت ہوتا ہے۔ چونکہ مسلمانوں کا تہذیب و تمدن اقوامِ عالم میں اپنی ایک جداگانہ حیثیت کا حامل ہے اس لیے انگریزوں کا دیا گیا نظامِ تعلیم بے مقصد تھا اور مسلمانوں کے فلسفہ زندگی کی نفی کرتا تھا۔ وہ مسلمانوں کے لیے کیسے مفید ثابت ہو سکتا تھا۔ مگر افسوس تو اس بات کا ہے کہ ہم نے انگریز کے دیے ہوئے نظامِ تعلیم کو نہ صرف قبول کیا بلکہ اس کے دیے ہوئے فلسفۂ تعلیم پر بھی عمل پیرا رہے اور کسی نہ کسی صورت میں آج بھی عمل پیرا ہیں۔ ملک حسن اختر لکھتے ہیں:

"ہمارے دل کی نا محرمی اسی طرح قائم رہی۔ آبِ نشاط انگیز ہمیں نہ مل سکا۔ کوتاہی ہماری ہو یا ساقی کی مگر سزا ہمیں مل کر رہی۔ ہم جہاں سے چلے تھے آج بھی وہیں ہیں۔ کمیشن بیٹھتے ہیں اور اُٹھ جاتے ہیں۔ نہ معلوم ہماری سمجھ میں یہ بات کیوں نہیں آتی کہ غلاموں کا نظامِ تعلیم آزاد بندوں کے لیے موزوں ہو ہی نہیں سکتا۔" (۲)

ملک حسن اختر کے مطابق اس کا علاج صرف آبِ نشاط انگیز ہے۔ اہلِ ہنر افراد کے ساتھ ساتھ اہلِ دل حضرات کا ہونا بھی بہت ضروری ہے۔ تن آسانی نہیں بلکہ قوم کو ایک بیدار روح کی ضرورت ہے۔ جو خطروں میں جینے کا ہنر جانتی ہو اور طوفانوں میں کوہساروں سے ٹکرانا جانتی ہو۔ آپ کے خیال میں آج بھی ہمیں نظریاتِ اقبال سے آگاہی حاصل کرنے اور اُس پر کاربند رہنے کی اشد ضرورت ہے۔ آپ نصاب کو قوموں کی تعمیر کی خشت اول گردانتے ہیں۔ ان کے نزدیک جو تعلیم قوم کے مستقبل کے حوالے سے ہنر مند اور بہتر مستقبل کے آئینہ دار افراد تیار نہیں کر سکتی وہ ہمارے خلاف اغیار کی سازش ہے یہی وجہ ہے کہ وہ انگریز کے نظام تعلیم کو مسلمانوں کے حق میں زہر قاتل سمجھتے تھے اور ان کا دل یہ سوچ کر ملول ہوتا تھا کہ اس نظام تعلیم نے مسلم امت کے کتنے روشن ستاروں کو اندھیروں کی نذر کر دیا ہے۔ وہ ایک بہتر اور مکمل نظام تعلیم کے خواہاں تھے جو قوموں کی تعمیر نو میں اپنے حصے کا کردار ادا کر سکے اور اُمتِ مسلمہ پھر سے جہانِ رنگ و بو کے لیے پوری تابناکی کے ساتھ اپنا کردار ادا کر سکے۔

جنریشن گیپ یعنی دو نسلوں کا ذہنی بُعد اور تہذیبی رویوں کا اظہار ہمارے ادب میں عموماً کرداروں کے ذریعے ہوتا ہے کہ کس طرح زمانے کے سکھائے ہوئے سبق سے پہلی نسل اپنے سے بعد میں آنے والی نسل کو اپنے تجربات سے آگاہ کر کے اُن کے کل کو روشن کرنے کا راستہ بناتی ہے اور نوجوان نسل کس طرح ان کے افکار اور خیالات سے آزادانہ روش اختیار کر کے اپنے تجربات کے ذریعے زندگی کو سمجھنا اور برتنا چاہتی ہے اس کے مظاہر ہمارے گرد و پیش میں ہمارے ادب میں لازمیٔ ادب کی حیثیت سے موجود ہیں۔ ملک حسن اختر نے فکر اقبال کے ایک نہایت اہم نکتے کو اپنے انتقادی رویے سے یوں پیش کیا ہے:

"بوڑھے پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہیں جب کہ نوجوان بے خطر آتش نمرود میں کود پڑتے ہیں۔ پرانی نسل عقل کے سہارے چلتی ہے تو نئی نسل جذبہ کی قوت سے انقلاب برپا کر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ اقبال نے اپنی تمام امیدیں نئی نسل سے وابستہ کر لی ہیں۔ چنانچہ وہ دعا مانگتے ہیں کہ اے خدا جوانوں کو پیروں کا استاد کر۔"(۳)

بظاہر دیکھنے میں مندرجہ بالا اقتباس میں میں پچھلی نسل کے عقلی استدلال اور نوجوان نسل کے جذبے کی قوتوں کے باہمی تصادم میں اقبال کی طرف داری نوجوان نسل کی طرف دکھائی دیتی ہے۔ لیکن اگر ہم بغور مطالعہ کریں تو ہمیں فکرِ اقبال کے تناظر میں وہ یہ سمجھاتے ہیں کہ اگر زمانے کے تقاضوں کو مدنظر نہ رکھا جائے اور نوجوان نسل کا ذہنی ارتقا پوری رفتار سے جاری نہ رہے تب ہی دونوں نسلوں میں بُعد پیدا ہوتا ہے وگرنہ عقل اور تجربہ کی افادیت جوش اور جذبے پہ مقدم ہے اور بصیرت بصارت پہ۔ بصیرت ذہنی صلاحیتوں سے پائی گئی جلا اور روشنی کے تناظر میں آگے بڑھتی ہے جب کہ بصارت ذوقِ نظر سے نئی منزلوں کی جستجو میں جادہ کش ہوتی ہے۔ ملک حسن اختر ہمارے اسلاف کی ترقی کے راز کو سمجھتے ہیں اور ہمیں سمجھانا چاہتے ہیں کہ اُسی کی روشنی میں نئی نسل نئے جہانوں کی تلاش میں جادہ پیما ہو گی تو منزلیں اس کے لیے آسان ہوتی چلی جائیں گی۔ اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے ملک حسن اختر اقبال کی نظم "خطاب بہ نوجوانانِ اسلام" پر سیر حاصل بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

"وہ بتاتے ہیں کہ تجھے اس قوم نے آغوشِ محبت میں پالا ہے جس نے دارا کے سر کا تاج پاؤں تلے کچل دیا تھا۔ وہ قوم بڑی عظیم تھی۔ انھوں نے دنیا کو بہت کچھ دیا۔ مگر ان کی قوت کا راز کس چیز میں مضمر تھا۔ وہ امیری میں فقیرانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ سادگی ان کا گہنا تھا۔ وہ غیرت مند تھے اور کسی کے آگے ہاتھ پھیلانا گناہ سمجھتے تھے۔ وہ جہاں گیر، جہاں دار اور آراء تھے۔ مگر افسوس ہم نے ان کی میراث کو گنوا دیا۔ سب سے زیادہ تکلیف دہ وہ چیز ہے کہ ہم نے اس علم و فن کو حاصل نہ کیا جس کی وجہ سے ہمارے بزرگوں نے عظمت کے تخت پہ جگہ پائی۔" (۴)

فکرِ اقبال کی روشنی میں بزرگ نسل کے اختصاص کو پیش کرتے ہوئے جوان نسل کے لیے فکری نظام کی پیش کش ہی ملکحسن اختر کے اس سخن کا امتیاز ہے۔ نئی نسل کو پرانی نسل کے فقیرانہ طرز زندگی کی بابت بتاتے ہوئے انھوں نے عظمت رفتہ کے روشن چراغوں کی لو سے نسلِ نو کو راہ دکھائی، ہیکہ ہمارے اسلاف تو زمانے میں ممتاز اور معزز تھے اور آج کی نسل اس سے پہلو تہی کر کے خوار و زبوں ہے۔ مگر اقبال اپنی نسل نو سے امید رکھتے ہیں، مایوس نہیں ہیں۔ وہ اپنی نئی نسل کو ترقی کی دوڑ میں زمانے کی دیگر اقوام کے شانہ بشانہ پوری رفتار سے دوڑتے دیکھنا چاہتے ہیں۔ اقبال کے نظریہ عمل کی بے پناہ قوت اور تصور عشق سے بھرپور افکار کی تعبیر و تشریح ہی ملکحسن اختر کی زندگی کا ایک خصوصی وصف ہے۔ وہ اپنے ممدوح حضرتِ اقبال کے حوالہ سے لکھتے ہوئے فلسفے اور علم کلام کی گتھیوں میں الجھنے اور الجھانے کی بجائے عمل اور علم کی حقیقت کو زندگی آمیز اور زندگی آموز قرار دیتے ہوئیبتاتے ہیں کہ عصرِ حاضر میں فکرِ اقبال کی روشنی کس طرح سے ہمارے لیے خضرِ راہ کا کام سرانجام دے سکتی ہے۔ ان کیخیال میں آج کے عہد کو علامہ اقبالؒ کی پہلے سے بھی زیادہ ضرورت ہے۔ اس لیے کہ دیگر اقوام ہم سے ہر میدان میں آگے نکل چکی ہیں اور ہم ان سے بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے فکرِ اقبال سے دست کشی اختیار کر لی ہے۔ اقبال قرآن مجید کو اپنا ضابطہ حیات، رہنما اور ملتِ اسلامیہ کا آئین قرار دیتے ہیں۔ ملک حسن اختر نے اس بنیادی نکتے کی تفہیم کے لیے اپنے کئی مضامین میں یہ معاملہ بڑی صراحت سے پیش کیا ہے جو ان کے عصری شعور کا بہترین اظہار یہ ہے۔ ان کے مطابق :

"آج بھی ہم روزِ اول کی طرح آئینی مسائل میں الجھے ہوئے ہیں۔ ہم کبھی جمہوری آئین کی بات کرتے ہیں اور کبھی اسلامی آئین کی۔ کبھی ہم ۱۹۷۳ء کے آئین کو بحال کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں اور کبھی اس میں ترمیم کر کے اسے اسلامی بنانے کا عندیہ ظاہر کرتے ہیں۔ کچھ ایسے بھی ہیں جو ایک نیا اسلامی آئین بنانے پہ زور دیتے ہیں۔ اور یہ بھول جاتے ہیں کہ جس شخص نے مسلمانوں کے لیے الگ مملکت کا مطالبہ کیا تھا اس نے یہ بھی بتا دیا تھا کہ اس ملک کا آئین کیا ہو گا۔" (۵)

ملک حسن اختر کے خیال میں ہر دور کے ملی تقاضوں کے مطابق ہمیں فکرِ اقبال سے رہنمائی مل سکتی ہے۔ اس لیے ہمیں آئین کی کسی نئی شکل و صورت کی ضرورت نہیں بلکہ فکرِ اقبال اس حوالے سے ہماری رہنمائی کے لیے کافی ہے۔ چنانچہ ان کے مطابق :

"عصر حاضر کا تقاضا ہے کہ ہم اس سراب سے نکلیں اور مغرب کی پیروی میں آئین بنانے اور سرمایہ داری کی جنگِ زرگری میں حصہ دار بننے کی بجائے شرع پیغمبر اور آئینِ الٰہی کا نفاذ کریں۔ اسی میں ہمارے لیے نجات ہے اور یہی ہمارے لیے صراطِ مستقیم ہے۔" (۶)

دیکھا جائے تو ملک حسن اختر نے افکارِ اقبال کے افکار کی تابناکی ہم پر روز روشن کی طرح عیاں کر دی ہے کہ جب تک یہ امت حاملِ قرآن نہیں بن جاتی تب تک مشرق کی اندھیری رات روشن نہیں ہو سکتی۔ ہم اس قدر محروم یقین ہو چکے ہیں کہ ہمیں خدا کی زمیں پہ خدا کے نظام کی سرفرازی کے لیے راست انداز میں سوچنا اور عمل کرنا نہیں آ رہا تو پھر کس طرح فکر و عمل کا انقلاب برپا کیا جا سکتا ہے۔ فلسفہ و فکرِ اقبال اس تناظر میں اپنا بہترین کردار ادا کرنے کو ہر لمحہ حاضر ہے۔ ملک حسن اختر نے اس زاویے کو بڑی خوبصورتی سے اپنی تنقیدات میں پیش کر کے اپنے عصری شعور کو پیش کیا ہے۔ وہ قوم جو دنیا کی رہبری اور راہنمائی کے لیے پیدا کی گئی ہے اس کا خود اندھیروں میں بھٹکنا انہیں ناگوار گزرتا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ ہم اقبالؒ کے کلام سے کامل رہنمائی حاصل کریں اور اقبال کی بصیرت کی روشنی میں ایک ایسی زندہ و پائندہ قوم بن جائیں جس کا ہر فرد ملت اسلامیہ کے مقدر کا روشن ستارہ ہو۔ ان کا خیال ہے کہ :

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

"علامہ اقبال نے ہمیں ابلیس کے حربوں اور آئین الٰہی کی برکات دونوں سے آگاہ کر دیا ہے۔ مگر مقام افسوس ہے کہ ہم آج بھی اس یقین سے محروم ہیں کہ قرآن ہمارا آئین بن سکتا ہے۔ ہم آئین بنا کر اس میں یہ لکھنا چاہتے ہیں کہ قرآن و سنت کے مطابق قوانین بنائے جائیں گے اور پھر اپنے قانون کو بالاتر کر دینا چاہتے ہیں۔ جب تک کسی حکومت میں قرآن و سنت کو تمام افراد و اشیاء پہ بالا دستی نہ ہو وہ اسلامی حکومت نہیں ہو سکتی۔" (۷)

آئین کو قوموں کی تقدیر میں زندگی کی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ یہ آئین ہی ہوتا ہے جو کسی قوم کے طرزِ سیاست اور قومی خدمات کے لیے متعین راستے کی نشاندہی کرتا ہے۔ مسلم امت کے لیے صرف قرآن ہی ضابطہ حیات ہے اور اس کے مطابق جینا ہی اس امت کا طرہ امتیاز ہے۔ ملک حسن اختر یہ واضح کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ آج ہم اس یقین سے محروم ہو چکے ہیں کہ قرآن ہماری کامیاب طرزِ زندگی کی ضمانت بن سکتا ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم قرآن کے مطابق زندگی گزارنے کی روش کو مشکل یا ناممکن سمجھنے لگے ہیں۔ ہمارے ارباب اختیار یہ سمجھنے لگے ہیں کہ قرآنی افکار کی بالا دستی سے ہمارے مفادات پورے نہیں ہوں گے۔ مگر حقیقتاً قرآنی تعلیمات ہی واحد ذریعہ ہیں جن میں دنیا اور آخرت میں فلاح و کامیابی کا حقیقی راستہ ہے۔ ہماری موجودہ ناکامیاں یہ واضح کرتی ہیں کہ ہم اگر اقبالؒ کے افکار کے تناظر میں قرآن کے بتائے ہوئے راستے پہ نہ چلے تو ناکامیاں ہی ہمارا مقدر ٹھہریں گی۔ ملک حسن اختر نے یہ نکتہ بڑی صراحت سے سمجھاتے ہوئے ملت اسلامیہ کے لیے زندگی کا حقیقی نصب العین واضح کیا ہے۔

ملک حسن اختر کی تنقید میں اقبال کے فلسفہ اور فکر کو مرکزیت حاصل ہے۔ وہ ان کے افکار کی روشنی میں ملت کی تقدیر کو روشن تر دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں۔ انھوں نے اقبالؒ کے فکر و نظر کے آئینے میں جھلکتی اس قوت محرّکہ کو جان لیا ہے جو اگر ہماری ملت کے ارباب اختیار اور صاحبان نظر محسوس کر لیں اور اس پہ چلنے کی روش اپنا لیں تو ہمارے لیے وہ راہیں آسان ہو سکتی ہیں جن پہ ہماری معیشت اور معاشرت کی اساس قائم ہے۔ اُنھوں نے اسلامی ریاست کے قیام کے بغیر شریعت کے نفاذ کو ناممکن بتایا ہے اور یہ وہ نکتہ ہے جو ہمیں یہ باور کراتا ہے کہ پوری ملت اسلامیہ کے سبھی مسائل کا مکمل حل اپنے طرزِ زندگی، سیاست اور معاشرت کو فقط قرآنی تعلیمات کے مطابق ڈھالنے میں ہے۔ وہ اس نکتے کی صراحت کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں:

"اگر ہم باعزت زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں قرآن کو بطور آئین قبول کر لینا چاہیے۔ آئین خدا نے ہمارے لیے بنا دیا ہے۔ کیونکہ آئین بنانا انسانوں کا کام نہیں کہ ان کی عقل اپنے مخصوص گروہ کے فوائد کی راہیں تلاش لیتی ہے۔ اگر قرآن ہمارا آئین ہو اور اس کی روشنی میں ہم اپنے نظریاتی ورثہ سے فائدہ اٹھائیں تو ہماری مشکلات آسان ہو جائیں گی اور ہم دنیا کو ایک بے مثال نظام حکومت مہیا کر دیں گے۔" (۸)

سوال یہ ہے کہ کیا زندگی کے اغراض و مقاصد میں خوش بختیوں اور اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لیے تنہا انسانی عقل کافی ہے؟ اگر ایسا ہوتا تو فقط انسان کی سوچ ہی کافی ہوتی۔ لیکن حقیقتِ حال اس سے قدرے مختلف ہے۔ انسان کے خالق نے اسے بنا کر ایک مکمل زندگی کے خدوخال اس کی ذات میں پنہاں کر دیے ہیں۔ زندگی کے اغراض و مقاصد فقط آسائش اور عیش پرستی نہیں بلکہ خدا کی قائم کردہ حدود کے اندر رہ کر زندگی کے بلند نصب العین کے حصول کی جدوجہد کرنا ہے۔ اور اس سلسلے میں ادیبوں، مفکروں اور دانشوروں کی سوچ سے بہت آگے جا کر قرآن انسانیت کی رہبری کا فریضہ سرانجام دیتا ہے۔ ملک حسن اختر اس بنیادی نکتے کی حقیقت ہم پر عیاں کرتے ہیں۔ ان کے مطابق باعزت زندگی کا واحد اور مکمل راستہ فقط خدا کے عطا کردہ قرآن کو ہی بطور آئین تسلیم کر کے زندگی کے مقاصد کے حصول کی جدوجہد ہے۔

مجموعی طور پر ڈاکٹر حسن اختر کی تنقید ملت اسلامیہ کی روشن تقدیر دیکھنا چاہتی ہے۔ اس سلسلے میں کامل استفادے کے لیے ان کے نزدیک فکرِ اقبال مرکزی نقطہ ہے۔ ان کی تنقید و تحقیق کے سبھی آئینے ہمارے ادبی، سیاسی، معاشی اور معاشرتی میلانات و رجحانات کو واضح کرتے ہیں۔ ان کا تخلیقی رویہ نہ صرف ہماری مجموعی عصری صورت حال کی وضاحت کرتا ہے بلکہ اس صورت حال کو ہر اعتبار سے روشن اور واضح کرنے میں ممد و معاون بھی ثابت ہوتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ حسن اختر، ملک، ڈاکٹر، اطرافِ اقبال، مکتبہ میری لائبریری، لاہور، ۱۹۷۲ء، ص ۲۲۳۔۲۲۴

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

۲۔ایضاً،ص۲۲۴ع
۳۔حسن اختر،ملک،ڈاکٹر،اقبال ایک تحقیقی مطالعہ،یونیورسل بکس،لاہور،۱۹۸۸ء،ص۱۰
۴۔ایضاً،ص۱۲۔۱۳
۵۔ایضاً،ص۸۳
۶۔ایضاً،ص۸۵
۷۔ایضاً،ص۸۶۔۸۷
۸۔حسن اختر،ملک،ڈاکٹر،تنقیدی اور تحقیقی جائزے،سنگ میل پبلی کیشنز،لاہور،۱۹۸۳ء،ص۱۴۹